دَر کفے جامِ شریعت، دَر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۵۹ | جلد نمبر ۱۴

یکم تا ۱۵ جون ۱۹۹۹ء | صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	عنوان	نمبر شمار
۲	سید حامد حسن بلگرامی	اول ما خلق اللہ نوری	(۱)
۱۰	طارق محمود طارق	نعت شریف	(۲)
۱۱	سید محمد یاسر بخاری	انوار رسول	(۳)

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

رئیس المفسرین حضرت علامہ سید حامد حسن بلگرامی مدظلہٗ

مُحمد نُور او کز نورِ او شُد   وجودِ جملہ شئے کاں در عدم بُد
(جامی)

ترجمہ: مُحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُور اُسی (سبحانہٗ و تعالیٰ کی) ذات کے نُور سے ہے اور پھر تمام اشیاء کا وجود نورِ محمدی سے ہوا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی انوار و تجلیات کو صرف ان کی حیاتِ مبارکہ (جسم و جسمانیت) ہی تک محدود سمجھنا حقیقت شناسی سے گریز ہوگا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت، وقار، مقامِ رسالت، اور پیامِ ابدیت سے محرومی کا موجب بن سکتا ہے۔ اس لئے یہاں مختصراً لفظ نُور کی تشریح اور اس کی وسعتوں پر ایک اجمالی نظر ڈالنا بھی ضروری ہے تاکہ اس نُور کی اصلی غایت، وحدتِ فکر و عمل واضح ہو اور اس سرچشمۂ عرفان کی افادیت کے فیوض کے ساتھ ہمارے لئے اس نُورِ حق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وسعتیں، رفعتیں، اس کی کارکردگی کی یکائی، توحیدِ مطلقہ کی فہم میں ہماری معاون ہو۔

نُور:

عام اصطلاح میں لفظ "نُور" روشنی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، لیکن نُور اس کو کہتے ہیں جو روشن ہو اور دوسروں کو روشن کرے۔ یعنی دِکھے، دیکھے اور دِکھلائے باایں ہمہ ربُّ العزت کی صفت خاص ہونے کی وجہ سے اس کے معنویت کا احاطہ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت خاص سے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآنِ حکیم کو مختص فرمایا ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (مائدہ آیت ۱۵ آخری جزو)

ترجمہ: بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نُور آچکا ہے۔ (یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اور کتابِ روشن (قرآنِ پاک)۔

قرانِ حکیم میں اس کا ذکر اس سلسلہ میں آتا ہے کہ اس نُورِ مجسم اور نُورِ کتاب سے اپنی رضا پر چلنے والوں کو سلامتی اور نجات کی راہوں پر لے جاتا ہے اور گمراہی کی تاریکیوں سے نکالتا ہے اور راہِ ہدایت دکھاتا ہے۔ اور ایک دوسری آیت (سورۂ نساء، آیت ۱۷۴) میں نُور کا بیان یوں آتا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تم پر نُور (قرآنِ حکیم) نازل فرمایا ہے۔

یہاں مفسرین نے برہان سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور نُور سے قرآنِ حکیم مراد لیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نُور ہے اور قرآنِ حکیم اور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی نُور سے تعبیر فرمایا ہے اس فرق کے ساتھ کہ اللہ کا نُور، نُورِ ذاتی ہے اور نُورِ مبین سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور کتاب اللہ کا نُور، نُورِ صفاتی ہے یا یوں کہیں کہ نُورِ مبین جملہ صفاتِ باری تعالیٰ کا مظہر ہے، مظہر حق ہے اور قرآنِ حکیم اس کے کلام کا نُور ہے، دونوں برہان ہیں اور دونوں حق ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ نُور (صفاتی) خود قائم نہیں۔ نُور عرض ہے (جو دوسری چیز کے سبب سے قائم ہوا ہے) صفت ہے اس لئے اللہ کے حکم سے کام کرے گا۔ بے شک اللہ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس نُورِ مجسم ہی سے اپنے بندوں کو راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ دیکھو غلو میں نہ آجانا، ذات و صفات کا فرق ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے۔ ایک بات اور بھی ذہن نشین رہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے معنی یہ نہیں کہ آسمان و زمین پہلے سے موجود تھے، اللہ تعالیٰ کے نُور نے انہیں دکھا دیا۔ بلکہ مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اور خود زمین و آسمان اس کے وجود کا ظہور ہے اور ان کی حرکت و سکون اس واجب الوجوب[1] کے تابع ہے۔ چونکہ اس کائنات کا یہ کارخانہ ایک حکمتِ کاملہ سے چلانا منظور تھا، اس کے پہلے ایک نقطۂ آغاز، ایک تخم، ایک بیج، ایک نقطۂ نُوری جو ان تمام صلاحیتوں کا حامل ہو، جن سے اس دُنیا کو آراستہ کرنا تھا، اس نقطۂ نُوری کو ظاہر فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کو جو بھی صفات اور جو بھی صلاحیتیں جو کچھ بھی کسی کو دینا مقصود تھا وہ سب اسی نقطۂ نُوری میں جمع اور مضمر تھیں۔ اس نُور کا ظہور اس جامعیت کے ساتھ اس لئے بھی ضروری تھا کہ کُل کائنات اور اس کی ہر شے کے ظہور کا موجب اسی نُور کو ہونا تھا اور اسی کو شجرِ عرفان بننا تھا۔ اس لئے جو کچھ بھی کائنات میں پیدا ہوا اور جو بھی اسباب و علل وجود میں آئے اور جو بھی صلاحیتیں،

---

[1]: واجب الوجود: جو اپنے وجود و بقا کے لئے غیر کا محتاج نہ ہو۔ وہ ذاتِ حق ہے جو اپنے وجود و قیام و بقا کے لئے کسی کی محتاج نہیں۔

واجب الوجود: اُسے کہتے ہیں جس کا وجود اس کی ذات مقتضاء ہو۔ (ترِد البراں، ذوقی، ص ۲۳۱)

وحدت الوجود و وحدت الشھود: لفظ وجود کا اطلاق صوفیاء کرام کی اصطلاح میں واجب تعالیٰ پر ہوتا ہے، اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ صرف ذاتِ حق ہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے برعکس دیگر اشیاء کے جو ہستی مطلق سے قائم ہیں۔ (ترِد البراں صفحہ ۲۳۲)

خصوصیات، اشیاء عالم کو عطا ہوئیں وہ سب اس نُورِ مبین کے ذریعہ مخصوص انداز اور مخصوص قواعد وضوابط کے ساتھ ظہور میں لائی گئیں یہ نُورِ مبین ہی شاہکار حق تھا اور ہے۔ بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نُور فرمایا گیا اور اس ایک لفظ میں تمام کمالات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ثابت کر دیا گیا۔ سوچو جو خود نُور ہے محتاجِ بیانِ کمالات نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میں (مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہا کہ تمام کمالات کا مرجع نُور ہے۔ علاوہ دلیل کہ اس پر تمام عقلاء محققین، صوفیہ کرام کا اتفاق ہے اور ان حضرات کا فیصلہ ہے کہ (تمام کمالات کی اصل وجود ہے) اور اس کے مقابل میں اصل النقائص الوجود (تمام نقائق کی اصل عدم ہے) پھر یہ بھی کہا کہ وجود، نُور ہے کیونکہ اس سے موجود کا ظہور ہوتا ہے اور عدم ظلمت ہے کیونکہ اس میں شے مخفی اور مستور ہوتی ہے۔ پس جس قدر وجود کامل ہو گا اسی قدر اس میں شانِ نُور قوی ہو گی۔

حق تعالیٰ کا وجود سب سے اکمل ہے، وہ شانِ نُور میں اصل ہے (اس کی صفت ذاتی ہے) اس میں یہ شان دوسروں سے زیادہ قوی ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مظہرِ اتم ہیں صفات اللہ کے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نُور کہا گیا (یعنی تمام کمالات کے جامع)۔

باقی یہ سوال نہ کیا جائے کہ پھر بعض جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات کیوں ظاہر کئے گئے اور بعض جگہ قرآن کو بھی نُور کہا گیا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ہر مقام کا مقتضےٰ جُدا ہے کہیں مخاطب کسی مذاق کا ہے اور اس کے لئے ہندی کی چندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ لفظ نُور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام کمالات پر استدلال نہ کر سکتا تھا، اس لئے کمالات کی تفصیل کی گئی اور رہا قرآن کو بعض جگہ نُور کہنا تو اس کا منشاء بھی وہی ہے کہ قرآن بھی حق تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اس لئے وہ بھی نُور ہے"

(رسالہ النور از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۳۳)

یہ عاجز اس کو یوں سمجھا ہے کہ قرآنِ حکیم "کلام" میں اللہ کا نُور لئے ہوئے اور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینۂ اقدس پر اس کلام کا نزول ہوا وہی نور اس نُور کے بوجھ کا متحمل ہو سکتا تھا جو جامع کمالات ہو، اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نورٌ علیٰ نور ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس نکتہ کو خوب سمجھایا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ ان (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دونوں شانیں موجود ہیں۔ قرآن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ہے یعنی نُور کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

میں قرآن کی شان ہے یعنی کتاب مبین کی" (سبحان اللہ)

حضرت مولانا مزید تشریح فرماتے ہیں

"شاید تم کہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں کتاب کی شان کیونکر ہے۔ میں کہتا ہوں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) تو انسان کے متعلق فرماتے ہیں

دَوَاءُكَ فِيكَ مَا تَشْعُرُ ۔۔۔ وَدَاءُ مِنْكَ وَمَا تُبْصِرُ
وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِي ۔۔۔ بِاَحْرُفِهِ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ
وَتَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ ۔۔۔ وَفِيْكَ انْطَوٰى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

ترجمہ: تیری دوا تجھ میں ہے تو سمجھتا نہیں، اور تیری بیماری بھی تجھی میں سے پیدا ہوتی ہے مگر تجھ کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی تو تو وہ کتاب مبین ہے، جس کے حروف سے اسرار پوشیدہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں تو خود کو حقیر لا شے سمجھتا ہے حالانکہ ایک زبردست عالم تجھ میں موجود ہے"

حضرت مولانا فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ہر شخص کی نسبت فرماتے ہیں کہ تم کتاب مبین ہو کیونکہ انسان مظہر اتم ہے الٰہیات کا، ملکوت کا۔ اس میں ہر شے کی نظیر موجود ہے تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کمال کا کیا کہنا کہ "اکمل البشر و افضل البشر" ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں، گر قرآن حکیم کی شان اور لوح محفوظ کی شان موجود ہے تو کیا اشکال ہے (رسالہ النور از مولانا اشرف علی تھانوی ۲۳ - ۲۵) - (سبحان اللہ)

اس نور مبین کے ایک دوسرے رُخ کا ذکر بھی احادیث مبارکہ میں آتا ہے حدیث شریف یوں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ سب سے پہلے جو شے اللہ تعالیٰ نے خلق فرمائی وہ عقل ہے (اس کی تطبیق علماءِ کرام اور صوفیاءِ عظام نے یوں کی ہے کہ عقل اور نور دونوں کا اطلاق درحقیقت ایک ہی وجودِ محمدی پر ہوتا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ مبارک جملہ اشیاء کے وجود کا اور ساتھ ہی ان کے وجود کے مطابق ان کی جملہ صلاحیتوں کی عطا کا موجب ہے گویا نورِ مبین موجوداتِ کے ظہور کا بھی باعث ہے اور ان کی صلاحیتوں کا بھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ذات باری تعالیٰ کے جملہ صفات کا مظہرِ اتم ہیں۔ آپ ہی عقلِ اوّل، عقلِ کامل ہیں۔ عقل گویا اس نور کا عملی رُخ ہے اس کا اظہار قلم سے ہوتا ہے اس لئے اس نور کو عقل و قلم سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

تخلیقِ کائنات صوفیاء کی نظر میں

تخلیق کائنات کو صوفیاءِ کرام نے یوں سمجھایا ہے۔

"نُورِ محمدی کو روح تصوّر کرو اور اسے ایک بیج سمجھو جس میں جملہ صلاحیتیں مضمر ہیں۔ اب اس بیج و تخم سے جملہ رُوحیں پھُوٹیں اور نکلیں۔ جس درخت سے شاخیں پھُوٹتی ہیں اس میں پھل بھی آتے ہیں۔ یہ صرف ایک مثال ہے اس مناسبت سے روحِ محمدی کو روحِ کُلی بھی کہتے ہیں اور روحِ محمدی سے محض تمام روحیں ہی نہیں پھوٹیں بلکہ تمام مادے اور اجسام بھی پھُوٹے۔ چنانچہ تمام روحیں تمام مادے تمام اجسام روحِ محمدی ہی سے نکلے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ پُورا عالم ہی روحِ محمدی سے ظہور میں آیا ہے اس سے یہ بات بھی روشن ہو گئی کہ روحِ محمدی کو پُورے عالم پر، اور عالم کی ہر چیز پر پُورا پُورا فطری تصرّف حاصل ہے اور اُن سے اُس کا پُورا پُورا جبلّی تعلق قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظہوری حیاتِ محمدی کے زمانے میں روحِ محمدی عالم کی ہر چیز پر تصرّفی انداز چاہتی تھی، کر ڈالتی تھی" (اقتباس از رسالہ حضرت مولانا آزاد سبحانی)

صوفیائے کرام کے نزدیک بھی جب غایتِ تخلیق معرفتِ الٰہی ہے تو اس کی یافت کا واحد وسیلہ نُورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی یافت ہے۔ ان میں ایک جماعت وحدتُ الوجود کی قائل ہے اور دوسری وحدت الشہود کی۔ ایک کے نزدیک کُل کائنات ھو الکُل ہے (وہی وہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں) دوسرے کے نزدیک ھُوالباری (وہی پیدا کرنے والا ہے) دورِ حاضر کے ایک جید صُوفی حضرت قبلہ برکت علی لودھیانوی نے خوب تطبیق فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں

"وحدت الوجود ایک منزل ہے جو اللہ کی طرف سے زمین پر اُتاری جاتی ہے۔ اور وحدتُ الشہود ایک حال جو اللہ کی طرف سے بندے پر وارد ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت پر یہ منزل اور یہ حال گنتی ہی کے چند لوگوں پر ظاہر ہوا اور جس وضاحت سے اُنھوں نے اس کو بیان کیا دوسرے نہ کر سکے" (مقالاتِ حکمت صفحہ ۱۵۸ - ۱۵۹)

مراتب ستہ وجود باری تعالیٰ پر مقتدر و مستند کتب موجود ہیں

مرتبۂ ستّہ

جن میں تین احدیت، وحدت و واحدیت یا الوہیت بطون میں اور تین جبروت ملکوت و ناسوت (یعنی روح، مثال اور جسم) شہود میں تفصیل سے بیان کئے جاتے ہیں۔ ہم اپنے قارئین کی توجہ ایک ایسے بزرگ صوفی کی کتاب کی جانب مبذول کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جنھوں نے ان منازلِ ستّہ کے نزول کو ایک انوکھے انداز سے پیش کیا ہے۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ خُوب مُحمّد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور اُن کی کتاب کا نام "امواجِ خوبی" ہے۔ آپ کی کتاب گجراتی مثنوی کے ساتھ شائع ہوئی جس کا ترجمہ اُستادِ محترم حضرت قبلہ احمد عبد الصمد قادری چشتی نے ادارۂ معرفت

اسلامیہ سے شائع فرمایا ہے اس کتاب میں فاضل مصنف نے تفصیلِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ مراتب میں مبین اور مفصل انداز میں بیان کیا ہے جنہیں وہ حضرات خمسہ کہتے ہیں۔ یہ پانچ مراتب ہیں اور انہیں کو "امواج خوبی" میں تفصیل سے پیش کیا گیا ہے یہ پانچ مراتب اور ان کا اجمال یوں ہے۔

(۱) حضرت وحدت (۲) حضرت الوہیت (۳) حضرت روح (۴) حضرت مثال (۵) حضرت جسم۔

(۱) حضرت وحدت کہ اطلاقِ ذات کی یافت ہے وہ بمنزلِ تخم کے ہے، یعنی بیج اجمال ہے، جمع اور تفصیل ہے۔

(۲) حضرت الوہیت میں ذات، اسم وصفت، حکم واثر کی تفصیل کو سمجھایا ہے، کیونکہ یہ مراتب (وحدت والوہیت) غیب اور غیر مخلوق ہیں۔ بقیہ تین مراتب شہود و مخلوق ہیں یعنی

(۳) حضرت روح۔ اس میں جان کا راز ظاہر کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت مثال: اس میں دل کا راز افشاء کیا گیا ہے۔

(۵) حضرت جسم اس میں ہیولا (یعنی منسوب بہ مادہ) کا بیان کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ خُوب محمّد چشتی مصنفِ کتاب فرماتے ہیں کہ پانچ مراتب اطلاق ذات سے جو جمعِ اول ہے مرتب ہوئے۔ ان کی تفصیل کتاب میں ایک شجر مبارک کی طرح روشن کرنا چاہتا ہوں۔

حسرت تو یہ ہے کہ زبان میں سکت اور بیان میں قوت ایسی نہیں کہ وہ خیرُ البشر علیہ السلام کی صفتِ کماحقہٗ (جیسا کہ چاہئے) بیان کرے یا ادا کرے۔ البتہ مقدور بھر کوشش کی ہے اور اپنی گجراتی مثنوی "خُوب ترنگ" کے ترجمہ کا نام "امواجِ خوبی" رکھا کہ یہ تصنیف سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت میں ہے اور وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کی تفسیر ہے۔

حضرت خُوب محمّد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ("امواجِ خوبی" صفحہ ۸ پر) رقمطراز ہیں

"ہزار سال کی محنت و مشقت میں اگر مرتبۂ رسالت خیال میں آجائے تو سمجھو کہ بغیر کسی مشقت اور محنت کے تم نے اس کو پا لیا۔ یاد رکھو کہ تم اس وقت خُدا والے ہوگے جب محمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہچان لو۔ من عرف نفسہ سے مُراد نفس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ پروردگار کے عرفان یعنی پہچان یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہچان پر موقوف ہے"

صوفیائے کرام اور محققین کو نُورِ محمّدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی جھلک برسہا برس کی اتباعِ محبت اور عالم گمشدگی میں زندگی بسر کر کے ہی میسر آئی ہے۔ یہ سعادت محض توفیقِ الٰہی سے ملتی ہے۔ میرے اُستادِ محترم (حضرت احمد عبدالصمد فاروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خُوب فرمایا تھا کہ دیکھو لفظ اللہ کے عدد ۶۶ ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ مبارک محمّد

کے عدد ۹۲ یعنی ۱۱ ہیں۔ اب اگر تم وجودِ باری تعالیٰ کے منزلِ ستّہ کی یافت کے خواہاں ہو تو سمجھ لو کہ ہر منزل کی یافت کا وسیلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کچھ نہیں (کیونکہ ۶۶ گیارہ اور چھ کا مضروب ہے اور ۱۱ ہی محمد کے عدد سے ہم عدد ہے)۔

مختصراً اور اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ نُورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جسے اس مرتبہ میں نُورِ مبین سے تعبیر کیا گیا تمام تخلیق کی بنیاد، تمام کمالات کی جامع حقیقت، جملہ صفاتِ الٰہی کا مظہرِ اتم اور جملہ مخلوق کا مُربی ہے۔ خواہ انسان ہو یا جن، فرشتے ہوں یا عرش و فرش، لوح ہو یا قلم سب کی تخلیق انہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نُورِ مبین سے ہوئی۔ اور آپ کا نُور اللہ جلّ شانہٗ کے نُور کا ظہور ہے اور ربُّ العالمین کی رحمانیت اور رحیمیت کا پَرتَو۔

یہ بھی واضح ہوا کہ جب جملہ اشیاءِ کائنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے نُور سے وجود میں آئیں تو آپ کی تصرفاتی عمل کی وہ سب پابند ہیں جن کا ذکر زیادہ شرح و بسط سے اپنے اپنے مقام پر آئے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کائنات کی جملہ صلاحیتیں اور استعداد آپ ہی کے فیضانِ نُور کے باعث ہیں، اس لئے بھی کائنات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے امر کے تابع ہے۔

یہ باب روحِ محمدی اور حقیقتِ محمدی سے متعلق ہے کہ انسان کی پیدائش سے قبل ہی یہ نُورِ مبین ان تمام ارواح میں جاری و ساری تھا جو اپنے وقت پر اس کے جستہ جستہ صفات کی ترجمان بننے والی تھیں ان میں بھی جن کو نبوت کے مراتب پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے قبل فائز ہونا تھا اور ان مبارک ہستیوں میں بھی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجاب کے بعد اُمتِ محمدی کے درخشاں ستارے بن کر آسمانِ ولایت پر چمکنے والے تھے۔ اس لئے صوفیاءِ کرام نے مراتبِ نزولی میں حقیقتِ محمدی، روحِ محمدی، ظہورِ محمدی کے مراتب کو اپنے اپنے اندازِ بیان سے بیان فرما کر نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے فہم کے دریچے کھولے ہیں اور جنہوں نے جس قدر اس حقیقت کو سمجھا ہے اس قدر اس کی ترجمانی فرمائی۔ مثلاً حضرت خُوب محمد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فرمانا کہ ہزار سال کی محنت اور مشقت کے بعد اگر مرتبۂ رسالت خیال میں آ جائے تو سمجھ لو کہ بغیر کسی محنت اور مشقت کے تم نے اس کو پا لیا نُورِ مبین کی عظمت شان پر دال ہے۔ یا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ فرمانا

"ہر دور میں محققین اور صوفیاءِ کرام اور علماءِ راسخین کا یہی ایمان رہا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو دُنیا میں تشریف لائے تو سراپا نُور بن کر آئے کہ خود بھی مُنور ہیں اور دوسروں کی ظلمت کو نُور میں مبدّل فرماتے ہیں بشرطیکہ وہ نُور کے طالب ہوں" (رسالہ النور صفحہ ۲۱)

اسی حقیقت کا اعتراف ہے۔ اس حقیقت کو حضرت مولانا آزاد سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے ذرا واضح الفاظ میں یوں فرمایا ہے اور اسے ظہورِ کُلی کہا ہے

"روحِ محمدی چونکہ تمام روحوں، تمام جسموں، تمام مادوں کی، تمام معقولوں کی اصل اور بنیاد ہے۔ لہٰذا لازمی ہے کہ روحِ محمدی پُوری کائنات میں اور کائنات کی ہر ہستی اور ہر ہستی کے ہر رگ و ریشہ میں ظہور فرما ہو۔ پس روحِ محمدی پُوری کائنات اور کائنات کی ہر ہستیٔ امکانی میں ظہور فرما ہے اور وہ ہر موجود مخلوق میں جلوہ گر ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ذاتِ الٰہی ہر موجود میں ظہور فرما ہے۔ اور ہر ہستی میں جلوہ گر ہے۔ فرق یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی کا ظہورِ کُلی اور تجلاء عمومی استقلالی رنگ میں ہے، یعنی کسی غیر کے عطیہ اور کسی غیر کے سہارے، کسی غیر کی مدد کے بغیر ہے اور کسی دوسرے کے ضمن میں نہیں بلکہ از خود ہے در خود ہے اور الگ تھلگ ہے لیکن روحِ محمدی کا ظہور کُلی اور تجلاءِ عمومی اللہ کے عطیہ سے، اللہ کے سہارے سے اور اللہ کی مدد سے ہے۔ اللہ کے ضمن میں ہے اور اس سے لپٹ رہی ہے نہ کہ از خود و در خود ہے اور نہ الگ تھلگ ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ ہر نبی علیہ السّلام کے وجود میں روحِ محمدی بطور ایک جزو کے نُورِ مُحمدی کے نام سے جلوہ گر رہی ہے اور ہر نبی علیہ السّلام کی زندگی میں ایک مُربی اور محافظ کی شان سے سہارے اور آسرے کا کام دیتی ہے تو یہ بالکل صحیح کہا گیا (مولانا آزاد سبحانی)

اور اگر یہ کہا گیا کہ روحِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فضائے عالم میں اس وقت اپنی نبوت کا پھریرا اُڑا رہی تھی جب کہ خود آدم علیہ السّلام کا وجود پانی اور مٹی کے خمیر میں لوٹ پوٹ رہا تھا تو بالکل بجا کہا گیا اور اگر یہ کہا گیا کہ پُوری مخلوق میرے نُور سے ہے جیسا کہ میں اللہ کے نُور سے ہوں تو بالکل درست کہا گیا۔ (رسالہ مولانا آزاد سبحانی صفحہ ۱۲ - ۱۴)

"البتہ نُورِ مُحمدی کے ظہورِ کُلی اور تجلاءِ عمومی کا نظارہ سب کے لئے عام نہیں جیسا کہ ذاتِ الٰہی کے ظہورِ کُلی اور تجلاءِ عمومی کا منظر سب کے لئے روشن نہیں" یہ تو وہ سمجھتے ہی جو عارف باطن کہلاتے ہیں اور وابستہ نُور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ میں اپنے نُور کو ہر ذرہ میں جاری و ساری پاتا ہوں اور پُوری کائنات کو اپنی ذات سے اس وثوق کے ساتھ وابستہ دیکھتا ہوں کہ اگر میری ذات درمیان سے اُٹھ جائے تو پوری کائنات ہو جائے (از رسالہ آزاد سبحانی صفحہ ۱۴)

جہاں غلامان محمد کو یہ توسل حاصل ہو وہاں اس نُورِ مبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت شان کو کون پا سکتا ہے۔ سُبحان اللہ۔

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

طارق محمود طارق

محمد مصطفےٰ! دونوں جہاں کون و مکاں تیرا
فلک تیرا، زمیں، عرش بریں اور لامکاں تیرا
میری اوقات کیا آقا! تیری نسبت سے میں ٹھہرا
غرض میں بے نشاں ہوں، نام باقی جاوداں تیرا
شفاعت کے تصوّر سے ہی پُر اُمید ہوں آقا!
میں عاصی ہوں فقط سایہ ہو مجھ پر مہرباں تیرا
تیری شانِ رسالت کی گواہی میں بھلا کیا دوں
گواہ بیٹھا ہوا ہے عرش پہ خود میزباں تیرا
تو ہی پیکر ہے عظمت کا، تو ہی دریا ہے رحمت کا
جہاں میں چار سُو اخلاق کا ہے سائباں تیرا
شجاعت ہے، سخاوت ہے، عنایت ہے تیرے گھر کی
امامت اور امانت، دین و ایمان و قرآں تیرا
تیرے ہی واسطے تخلیق عالم حق نے فرمائے
اسیرِ کاروانِ دھر تو، یہ کارواں تیرا
غُبارِ راہ بنا دے اس کو مولےٰ انہی راہوں کا
نہ چھوڑے گا کبھی مر کر بھی طارق آستاں تیرا

انوارِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سید محمد یاسر بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اللہ ربّ العزت کی ذاتِ یکتا و تنہا ہزار ہا سال سے حضرت انسان کی ہدایت کی خاطر ایک دو نہیں، سو دو سو نہیں، ہزار دو ہزار کی تعداد سے تجاوز کر کے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرما چکی ہے کوئی قریہ محروم نہیں رکھا گیا، کوئی قوم باقی نہیں چھوڑی گئی، کوئی زمانہ خالی نہیں گزرا، کبھی ایک ایک کو بھیجا کبھی دو دو بہ یک وقت تشریف لائے کبھی، تین تین سے عزت افزائی فرمائی گئی۔ لیکن پھر بھی کائنات تھکی تھکی نظر آ رہی تھی، زمین پیاسی پیاسی ہو رہی تھی، فضا کا رنگ اُڑا اُڑا سا تھا، آسمان جھکا جھکا منتظر تھا، مادرِ گیتی سہمی سہمی بیٹھی تھی، نُور سمٹ سمٹ کر تھک گیا تھا، آدمیت دبی دبی سانس لے رہی تھی شرافت تھکی تھکی سی تھی اچھائی چھُپی چھُپی پھر رہی تھی، نیکی مٹی مٹی جا رہی تھی، سعادت پھیکی پھیکی پڑ گئی تھی، شرارت سر اُٹھا اُٹھا رہی تھی، ظلمت گھری گھری ہوئی جاتی تھی، شوق سسک سسک رہا تھا، وجدان بلک بلک رہا تھا، عرفان بہک بہک رہا تھا، ضیاء جھلک جھلک رہی تھی، سرُور چھلک چھلک رہا تھا، یکایک غیرت کو جوش آگیا اور وہ آگئے جنہیں دل کی دنیا کا سرور بنانا تھا، وہ آگئے جنہیں نور بنانا تھا" [۱]

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ : ۱۵)

ترجمہ: بیشک تشریف لایا ہے تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نُور (ضیاءالقرآن)

مفسرِ قُرآن علامہ جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ابنِ جریر کے حوالے سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔

"یعنی بالنور محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلہ وسلم الذی انار اللہ به الحق واظهر به

---

[۱]: جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، مولانا سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی صفحہ ۵ ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور۔

الاسلام و محق به الشرك فهو نور لمن استنار به یعنی نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا اسلام کو ظاہر فرمایا شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نُور ہیں مگر اس کے لئے جو اس نُور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس نُورِ مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینۂ دل کو مُنور فرمائے اور اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے آمین"۔ [۲]

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حدیث مبارکہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

روی عبدالرزاق بسنده عن جابر بن عبدالله بن الانصاری قال قلت یارسول الله بابی انت و امی اخبرنی عن اول شئی خلقه الله قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذلك النور یدور بالقدرة حیث شاء الله تعالیٰ ولم یكن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سمآء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس فلما اراد الله ان یخلق الخلق قسم ذلك النور اربعة اجزاء فخلق من الجز الاول القلم و من الثانی اللوح و من الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول حملة العرش و من الثانی الكرسی و من الثالث باقی الملائكة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السمٰوات و من الثانی الارضین و من الثالث الجنة و النار ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول نور ابصار المومنین و من الثانی نور قلوبهم وهی المعرفة بالله و من الثالث نور السنتهم وهو التوحید لا اله الا الله محمد رسول الله.

ترجمہ: عبدالرزاق نے پُوری سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے (بارگاہِ نبوّت میں) عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے بتائیے اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء میں سے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی فرمایا تیرے نبی کا نُور پیدا فرمایا پہلے اپنے نُور سے پیدا فرمایا پھر وہ نُور جہاں خُدا نے چاہا پھرتا رہا اور اس وقت لوح و قلم نہ تھے نہ جنت و دوزخ نہ زمین و آسمان تھے اور نہ چاند اور سورج، نہ انسان تھے، نہ

---

[۲] : ضیاء القرآن، جلد ۱، صفحہ ۴۵۳، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

جن تھے۔ پھر جب خُدا نے مخلوق پیدا کرنا چاہی تو اس نُور (محمدی) کو چار اجزاء پر تقسیم فرمایا پہلے سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے جُز سے عرش پیدا کیا پھر چوتھے جُز کے چار جُز کیے، پس پہلے جز سے عرش کے اُٹھانے والے فرشتے اور دوسرے جُز سے کُرسی اور تیسرے جُز سے باقی فرشتے پیدا کیے پھر چوتھے جُز کے چار جُز کیے، پس پہلے جُز سے آسمان اور دوسرے سے زمینیں اور تیسرے جُز سے بہشت و دوزخ پیدا فرمائی، پھر چوتھے جُز کے چار جز بنائے، پس پہلے جُز سے مؤمنوں کی آنکھوں کا نُور اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نُور یعنی معرفتِ الٰہی اور تیسرے سے ان کی زبانوں کا نُور یعنی توحید لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آلہٖ وسلم کو پیدا کیا۔ [۳]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"بداں کہ اوّل مخلوقات و واسطۂ صدورِ کائنات و واسطۂ خلقِ عالم و آدم نُورِ محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم چناں کہ در حدیثِ صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نُوری و سائر مکونات علوی و سفلی ازاں نور و ازاں جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و انس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال و اشجار و سائر مخلوقات در کیفیت صدور ایں کثرت ازاں وحدت و بروز و ظہور مخلوقات ازاں جوہر عبارات و تغیرات غریب آوردہ اند" [۴]

ترجمہ: تمام مخلوقات میں سب سے پہلے اور کائنات کے وجود میں آنے کا واسطہ اور تمام جہانوں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واسطہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُور مبارک ہے جیسے کہ حدیثِ صحیح میں وارد ہے اول ما خلق الله نوری اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نُور پیدا فرمایا تمام علوی و سفلی مخلوقات اور ہر شے کا جوہر اسی نُور سے پیدا ہوا ہے یعنی ارواح، موجودات، عرش، کُرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، ملک و فلک، انس و جن، آسمان و زمین، سمندر، پہاڑ، درخت اور تمام مخلوقات۔

نیز ایک دوسری جگہ پر محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "و حقیقت صفت نور مت منحصر است در وے و نور از اسماء اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم و اگرچہ انبیاء و اولیاء متصف

---

[۳]: نزہۃ المجالس، امام سیوطی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ حوالہ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، علامہ نُور بخش توکلی صفحہ ۵۹، مطبوعہ تنظیم نوجوانان اہلِ سُنت، بھاٹی گیٹ لاہور۔

[۴]: مدارج النبوت، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جلد ۲، صفحہ ۲، مطبوعہ نولکشور پریس۔

اند باین صفت و متحقق اند بدان، و لیکن وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و سلم حقیقت این صفت است و فرق است میان حقیقت شے و کسے کہ متحقق است بدان و ہمہ اشیاء مظاہر آں نور و مجلائے آں ظہور اند و قول وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و سلم انا من نور اللہ والمومنون من نوری و فی روایة انا من اللہ و المومنون منی اشارت بانست و تخصیص مومنین اتفاقی و ہموافقت مقام است [1]

ترجمہ: آپ کے نور کی حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات میں ہی منحصر ہے۔ اور آپ کے ناموں میں سے ایک نام نور بھی ہے اگرچہ دوسری انبیاء و اولیاء اسی صفت کے ساتھ موصوف ہیں اور یہ صفت ان کے لئے بھی ثابت ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی یہ صفتِ حقیقی ہے حقیقت شے اور ثبوت شے میں فرق ہے اور تمام اشیاء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و سلم کے نور کا مظہر اور آپ کے نور سے روشن ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کا فرمان انا من نور اللہ و المومنون من نوری میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں اور ایک روایت میں ہے انا من اللہ والمومنون منی میں اللہ سے ہوں اور تمام مومن مجھ سے ہیں اسی طرف اشارہ کرتا ہے اور مومنوں کی تخصیص ان احادیث میں اتفاقی ہے اور اس مقام کے موافق ہے۔

حضور نبیٔ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنی نورانیت جا بجا احادیثِ مبارکہ میں بنفسِ نفیس ارشاد فرمائی چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ہے "حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ (یعنی ان کا خاکی پتلا بھی تیار نہیں کیا گیا تھا)۔

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عن ابی هريرة قال قالوا يا رسول الله متى وجبت لك النبوة قال و آدم بين الروح و الجسد

حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم آپ پر نبوت کب واجب ہوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

---

[1]: مدارج النبوت، صفحہ ۲۷۷۔ جلد ۲۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے جب آدم علیہ السّلام کی تخلیق بھی کامل نہ تھی اور ان کے پتلے میں جان بھی نہ ڈالی گئی تھی۔

حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں ارشاد ہے:

حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین علیہ السّلام) سے روایت ہے وہ اپنے والد حضرت امام حُسین علیہ السّلام اور وہ اُن کے جدامجد یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ارشاد فرمایا میں آدم علیہ السّلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نُور تھا۔[1]

اسی طرح حضور نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک دن نُوری فرشتوں کے سردار سیدنا جبرائیل امین علیہ السّلام آستانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ محبوبِ خُدا رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل تمھاری عمر کتنی ہے؟ عرض کی میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نُورانی حجابات (پردوں) میں سے چوتھے حجاب میں ستر ہزار سال بعد ایک نُوری ستارہ نمودار ہوتا تھا رأیتہ اثنین و سبعین الف مرۃ "میں نے اسے بہتر ہزار بار دیکھا ہے" حضور نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا یا جبرائیل وعزۃ ربی انا ذلک الکوکب "اے جبرائیل میرے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا"۔[2]

ولادتِ مبارکہ:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُور مبارک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباء واجداد کی پشتوں اور اُمہات مومنات کے رحموں میں منتقل ہوتا ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین تک پہنچا۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ارشاد ہے۔

۱: مندرجہ احادیث مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی نے النشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں بھی نقل فرمائی ہیں۔

۲: نُور صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ نور بخش توکلی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، صفحہ ۷۔۶ مطبوعہ تنظیم نوجوانان اہل سنت بھاٹی گیٹ لاہور۔

حدثنا محمد بن سلیمان الهاشمی قال حدثنا احمد بن محمد بن سعید المروزی قال محمد بن عبدالله حدثنی انس بن محمد قال حدثنا موسی بن عیسی قال حدثنا یزید بن ابی حکیم عن عکرمه عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم لم یلتق ابوای فی سفاح لم یزل الله عزوجل ینقلنی من اصلاب طیبة الی ارحام طاهرة صافی مهذب لا تتشعب شعبتان الا کنت فی خیرهما

ترجمہ: (بحذفِ اسناد) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے ماں باپ زنا میں جمع نہیں ہوئے اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف صاف و مہذب منتقل کرتا رہا جہاں بھی خاندان کی دو شاخیں ہوئیں اللہ تعالیٰ مجھے ان کی بہترین شاخ میں سے فرمادیتا۔[8]

الغرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُورِ اطہر آپ کے آباء کرام کی پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا اور اِسی نُور کو پاک وصاف رکھنے کے لئے وہ شرک کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رہے اور اسی کی برکت سے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ملائک کے مسجود بنے۔ اور اسی کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے نمرود کی آگ سے نجات پائی چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے

اخرج الحاکم والطبرانی عن خریم بن اوس قال هاجرة الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم منصرفة من تبوك فسمعت العباس یقول یا رسول الله انی ارید ان امتدحك قال قل لا یفضض الله فاك

ترجمہ: حاکم اور طبرانی نے روایت کی کہ حضرت خریم بن اوس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لانے پر میں ہجرت کر کے مدینہ شریف میں آیا وہاں میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو یُوں کہتے سُنا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ کی مدح کرنا چاہتا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرا مُنہ نہ توڑے تو انہوں نے کچھ اشعار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدحت میں پڑھے۔ (جن کا ترجمہ درج

---

[8] خصائص الکبریٰ، امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (مترجم اُردو) صفحہ ۸۷، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور۔

ذیل ہے)

آپ زمین پر نزول سے پہلے طیب تھے بہشت کے سایوں میں اور اس قرار گاہ میں جہاں پتوں پر پتے جوڑے جاتے تھے۔ پھر آپ اُترے پشت آدم میں زمین پر اس حال میں کہ نہ تھے آپ بشر، نہ پارہ گوشت اور نہ پھٹکی خون کی بلکہ نطفہ تھے اور (پشت سام میں) کشتی پر سوار تھے اس حال میں کہ سیلاب نے نسر اور نسر کے پوجنے والوں کو آلیا تھا۔ آپ پشتوں سے رحموں کی طرف منتقل ہوتے رہے جب ایک قرن (جس میں آپ ہوتے) گزرتا تو دوسرا ظاہر ہوتا آپ آتشِ خلیل میں پوشیدہ داخل ہوئے آپ خلیل اللہ کی پشت میں تھے وہ کیونکر جل سکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے شرف و نسب نے جو آپ کی بزرگی پر شاہد ہے خندف کے نسب سے اعلیٰ درجہ پایا جس کے نیچے دامن ہائے کوہ ہیں آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کی نور سے آفاقِ عالم روشن ہو گئے ہم اس روشنی اور اس نُور میں ہیں اور ہم راستی (سچائی) کے راستے پر چل رہے ہیں۔ لے ۹

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ مبارک بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیوں اور براہین سے مزین ہے جناب سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر ہوئے تو زمین سے آسمان تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا پھیل گیا انبیاء علیہم السلام خواب میں حمل کے دوران حضرت آمنہ سلام اللہ علیھا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کی مبارکباد دینے لگے اور عجائبات قدرتِ الٰہی حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے مشاہدہ میں آنے لگے جب آٹھ مہینے گزر گئے اور نواں مہینہ ربیع الاول شریف کا آگیا تو ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن صبح صادق کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

"ابن سعد اور ابنِ عساکر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ (سلام اللہ علیھا) نے فرمایا مجھے جناب نبیِٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حمل ہوا مگر مجھے آپ کی پیدائش تک کوئی مشقت نہیں ہوئی اور جب آپ پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک نُور طلوع ہوا جس سے مشرق و مغرب کے مابین زمین روشن ہو گئی اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین پر اپنے ہاتھ ٹیک

لے ۹: نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، محولہ بالا صفحہ ۷۰۔

لئے اور ایک مٹھی مٹی لے کر بند کرلی اور آسمان کی جانب دیکھنے لگے۔"[1]

"ابنِ سعد نے عمرو بن عاصم سے انہوں نے ھمام بن یحییٰ سے اور انہوں نے اسحٰق بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بیان فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو میرے بدن سے ایک نُور طلوع ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بالکل پاک وصاف پیدا ہوئے کوئی گندگی نہ تھی اور پیدا ہوتے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین پر ہاتھ رکھ لئے۔"[2]

شب میلاد اور عجائبات قدرت الٰہی کا ظہور:

حضرت علامہ جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ضیاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔ "علماء سیرت نے اپنی کُتبِ سیرت میں ان محیر العقول واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو اس مبارک رات میں وقوع پزیر ہوئے ان میں سے چند امور درج ذیل ہیں۔

۱۔ اس رات کعبے میں جو بت رکھے ہوئے تھے وہ سر کے بل سجدے میں گر گئے کیونکہ آج کی رات بت شکن کی پیدائش کی رات تھی۔

۲۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت ایک ایسا نُور ظاہر ہوا جس کی روشنی سے حضرت آمنہ کو شام کے محلات دکھائی دینے لگے۔

۳۔ امام ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ھشام بن عروہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے حضرت عائشہ صدیقہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ایک یہودی تجارت کے لئے مکہ مکرمہ میں رہائش پزیر تھا جب شبِ میلاد آئی تو اس نے قریش کی ایک محفل میں آکر پوچھا۔ اے گروہ قریش کیا آج رات تمھارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے، لوگوں نے کہا خدا ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس نے ازراہِ تعجب کہا اللہ اکبر! تم اپنے گھر والوں سے اس کے بارے میں ضرور دریافت کرنا اور میری اس بات کو بھی فراموش نہ کرنا کہ آج کی رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دو کندھوں کے درمیان بالوں کا ایک گچھا اُگا ہوا ہو گا۔ لوگ مجلس برخاست کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر ایک نے

---

[1] : خصائص الکبریٰ، محولہ بالا، صفحہ ۹۳۔

[2] : ایضاً صفحہ ۹۳۔

اپنے گھر جاکر اپنے اہلِ خانہ سے پوچھا کہ کیا قریش کے کسی گھر میں آج کوئی بچہ پیدا ہوا ہے، انہیں بتایا گیا کہ آج عبداللہ ابن عبدالمطلب کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام انہوں نے محمدؐ رکھا ہے۔ وہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے اسے بتایا کہ ان کے قبیلے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اس نے کہا میرے ساتھ چلو میں بھی اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ اسے لے کر وہ لوگ حضرت آمنہ کے گھر آئے اور کہا کہ ہمیں اپنا بچہ دکھایئے آپ نے اپنے فرزند ارجمند کو ان کے سامنے پیش کیا اس یہودی نے بچے کی پیٹھ سے کپڑا اُٹھایا اور بالوں کا اُگا ہوا ایک گچھا دیکھا اور دیکھتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑا جب اسے ہوش آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا تیرا خانہ خراب ہو تجھے کیا ہو گیا تھا۔ اس نے بصد حسرت کہا کہ آج بنی اسرائیل کے گھرانے سے نبوت رخصت ہو گئی اے گروہ قریش! تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ یہ مولود تمہیں بڑی بلندیوں کی طرف لے جائے گا۔ مشرق و مغرب میں تمہارے نام کی گونج سُنائی دے گی۔

۴۔ اس رات کسریٰ کا ایوان لرز گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

۵۔ ایران کا مرکزی آتش کدہ جس میں ایک ہزار سال سے آگ بھڑک رہی تھی، وہ آگ اچانک بجھ گئی۔"[1]

"حافظ ابو زکریاء یحیےٰ بن عائذ ذکر میلاد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یومِ میلاد اور اس دن کے عجائبات کے بارے میں بیان کیا کہ "میں اس دن کے واقعات پر تعجب کر رہی تھی، کہ تین آدمی آئے جو اس قدر خوبصورت تھے گویا سورج ان کے چہروں سے طلوع ہو رہا ہے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا طباق تھا۔ جس کے چار پہلو تھے ہر پہلو پر ایک سفید موتی لگا ہوا تھا کسی کہنے والے نے کہا، یہ تمام دُنیا ہے مشرق و مغرب اور بحر و بر سمیت۔ اے حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اسے پکڑ لو جہاں سے تم چاہو۔ یہ سُن کر میں بھی گھومی تا کہ میں بھی دیکھوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں سے پکڑتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے درمیان سے پکڑا لہذا آئی کعبہ کی قسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کعبہ کو

---

[1]: ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۱، صفحہ ۷۹۔۷۸، ۴، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔

پکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے قبلہ اور مسکن مبارک بنادیا۔ میں نے دیکھا کہ تیسرے کے ہاتھ میں خوب اچھی طرح لپٹا ہوا ایک سفید ریشمی کپڑا ہے اس نے وہ کپڑا کھولا اور اس میں سے ایک خیرہ کُن انگوٹھی نکالی۔ پھر میری طرف آیا طباق والے نے یہ انگوٹھی لے لی اور اسے سات مرتبہ لوٹے کے پانی سے دھویا پھر اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شانوں کے درمیان مہر لگادی۔ پھر اسے ریشم میں لپیٹ لیا اور اس پر مشک کا دھاگہ باندھ دیا پھر اسے کچھ دیر اپنے پروں میں رکھا (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں کہ یہ رضوان خازنِ جنت تھے) اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کان میں کچھ بات کی جسے میں نہیں سمجھ سکی۔ اور کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمہیں بشارت ہو ہر نبی کا علم میں نے تمہیں دے دیا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں زیادہ علم والے ہیں، زیادہ بہادر ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کامیابیوں کی چابیاں ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رعب ودبدبہ عطا ہوا ہے اے اللہ کے خلیفہ جو شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام سُنے گا، اس کا دل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بغیر دیکھے ہی لرز جائے گا اور کانپ جائے گا۔ [1]

جس وقت وہ نُورِ خُدا زمیں پر جلوہ گر ہوئے تمام عالم منور ہو گیا۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند | اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

الصّلوٰۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک و اصحابک یا نور اللہ

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مختون پیدا ہوئے

"طبرانی ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میرے رب نے ایک عزت مجھے یہ بخشی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میرے پوشیدہ مقام کو نہیں دیکھا۔ ابنِ عساکر حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مختون پیدا ہوئے [2] یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ختنہ پہلے سے ہو چکا تھا۔

---

[1]: خصائص الکبریٰ، محولہ بالا، صفحہ ۹۹۔

[2]: ایضاً، صفحہ ۱۰۵

مہد میں چاند سے گفتگو

بیہقی صابونی خطیب اور ابنِ عساکر حضرت عباس بن عبدالمطلب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ علامتِ نبوت دیکھ کر ایمان لایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چاند سے گفتگو فرمارہے تھے اور اس کی جانب انگلی سے اشارہ فرماتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جدھر اشارہ کرتے چاند اُدھر ہی ہو جاتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں چاند سے باتیں کر رہا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کر رہا تھا وہ مجھے رونے سے بہلا رہا تھا۔ چنانچہ چاند جب عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں۔[1]

نفی ظل نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

انوارِ محبوبیت جناب احدیت اور آثارِ عظمت و شوکت جبینِ مبارک سے تاباں تھے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے

عن عبدالرحمن ابن قيس عن عبدالملك ابن عبدالله ابن الوليد عن ذكوان لم يكن له صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم ظل فى شمس ولا قمر

ترجمہ : عبدالرحمٰن ابن قیس سے روایت ہے انہوں نے عبدالملک ابن عبداللہ ابن الولید سے روایت کی انہوں نے ذکوان سے روایت بیان کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایۂ مبارک نہ سورج میں ہوتا تھا نہ چاند میں۔ یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر کا سایۂ مبارک نہ دھوپ میں دکھائی دیتا تھا اور نہ چاندنی میں اسے کسی نے دیکھا۔[2]

علامہ ابن جوزی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے

عن ابن عباس قال لم يكن لرسول الله ظل ولم يقم مع شمس قط الا غلب ضوءه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج قط الا غلب ضوءه ضوء السراج

ترجمہ : حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوئے

---

[1] : خصائص الکبریٰ، صفحہ ۱۳۳۔

[2] : نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، محولہ بالا صفحہ ۷۰۔

ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب نہ ہو گئی ہو نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چراغ کے روبرو کھڑے ہوئے ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب نہ آگئی ہو۔[1]

"تفسیرِ مدارک" میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا ایک قول مبارک نقل کیا گیا ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب منافقین نے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک قبیح بہتان باندھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہُ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کی بھرپور تردید کی اس موقع پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ ما اوقع ظلك على الارض لئلا يضع انسان قدمه على ذلك الظل فلما لم يمكن احدا من وضع القدم على ظلك كيف يمكن احدا من تلويث عرض زوجتك

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ سکے جب اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے یہ گنجائش نہیں چھوڑی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سایہ پر پاؤں رکھ سکے تو کسی کو اس بات کا موقع کیسے دے سکتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت کو آلودہ کرے۔[2]

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

سایہ نہ دیدت بزمیں ہیچ کس | نور بود سایہ خورشید و بس
جانت از آلائش تن پاک بود | سایہ نیفند اخت بریں خاک بود

ترجمہ: کسی نے زمین پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا سورج کا سایہ صرف نُور ہی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانِ اقدس جسمانی آلائش سے پاک تھی نُور نے اس زمین پر سایہ نہیں ڈالا۔

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا پاکیزہ خیال جو آپ نے "مدارج النبوت" میں بیان فرمایا ہے (اس طرح ہے)

---

[1] ۱۷: الوفآء، علامہ ابن جوزی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، جلد ۲، صفحہ ۴۰۷، طبع بیروت۔

[2] ۱۸: تفسیر مدارک التنزیل، جلد ۲، صفحہ ۱۱۲۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔

فتادہ سایہ زاں خورشید رخ دور | کہ باہم راست ناید ظلمت و نور
از آں بالا تر آید پایہ او | کہ افتد در تہ پا سایہ او

ترجمہ: (۱) اس سورج کے چہرے والی ہستی سے سایہ دور رہا۔ کیونکہ نور اور اندھیرا آپس میں مناسبت نہیں رکھتے۔ (۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام اس بات سے بلند ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ پاؤں کے نیچے ہو۔[1]

علماءِ کرام نے نفیٔ ظل کے بارے میں جو وجوہات بیان کی ہیں وہ "نور العینین" میں یوں مذکور ہیں۔

(بعض نے) "وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام شریف نُور ہی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم در حقیقت سراپا نُور تھے اسی وجہ سے سایہ نہ تھا کیونکہ نُور کا سایہ نہیں ہوتا ہے۔ یا آنکہ جسمِ اقدس مثل روح لطیف تھا بریں وجہ اس کا سایہ نہ تھا بقول مولانا جامی۔

تن او بود جان پاک پایہ | ندید از جاں کس بر خاک سایہ

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں "اور بعض نے کہا ہے کہ زمین پر جا بجا نجاست ہوتی ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جسم لطیف کا سایہ زمین پر ظاہر نہ کیا اور بعضے کہتے ہیں کہ سایہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمین پر جس جگہ پڑتا وہ جگہ واجب التعظیم ہو جاتی۔ اس میں اُمت کو اشکال (مشکل) ہوتا۔ اس کا خیال رکھنا اور تعظیم کرنا دشوار ہوتا کمالِ رحمت سے اللہ تعالیٰ نے اس جسم مُنور کا سایہ ظاہر ہی نہ کیا اور کمالِ نُورانیت اس جسمِ انور کی یہ تھی کہ جو لباس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پہنتے تھے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیضان سے نُور ہو جاتا تھا یعنی لباس کا بھی سایہ نہ پڑتا تھا۔ بعض علماء نے کہا اس کی شاہد یہ حدیث ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس دُعا مبارکہ کا ذکر ہے وجعلنی نورا یعنی اے میرے رب مجھ کو سراپا نور بنا دے"۔[2]

مہرِ نبوت کا بیان

یہاں پر ان احادیث کا مختصراً بیان مذکور ہے جن میں مہرِ نبوت کا تذکرہ ہے جو کہ پیغمبرِ اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دونوں مبارک کندھوں کے درمیان ذرا دائیں کندھے کے

---

[1]: نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، محولہ بالا صفحہ ۴۷۔

[2]: نور العینین فی ذکر الرسول الثقلین، مولانا حافظ غلام محمد ہادی لکھنوی، صفحہ ۳۰، مطبوعہ مطبع نامی لکھنو۔

قریب ثبت کی گئی تھی۔

"چونکہ اہلِ کتاب علامت اور نشانی کو دیکھ کر ایمان لاتے تھے (جیسا کہ ان کی کتابوں میں اس کا ذکرِ خیر موجود تھا) اس لئے یہ مہرِ نبوت حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری نبی موعود ہونے کی علامت ونشانی ہے چونکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی (کسی قسم کا نبی) نہیں آسکتا اور نہ ہی آئے گا۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجودِ اقدس پر بھی اس مہر کو ثبت کر کے بتلا دیا گیا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کسی نبی کی وجود پر اس جگہ علامت نہ تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود مبارک پر مہر نبوت ایک معجزہ ہے۔"[1]

"ترمذی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت تھی۔

ابنِ عساکر روایت کرتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی سواری پر مجھے پیچھے بٹھالیا میں نے اپنی چہرہ مہرِ نبوت پر جھکالیا۔ اور اس میں سے مجھے مشک جیسی خوشبو آتی رہی۔

ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ مہرِ نبوت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ اس کے اندر کی جانب لکھا ہوا تھا۔

"اللہ وحدہ لا شریك له و محمد رسول اللہ" اور باہر کی جانب لکھا ہوا تھا "توجه حیث شئت فانك المنصور"

ترجمہ: جس طرف آپ چاہیں رُخ فرمائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہر طرف کامران ہیں "[2]

---

[1]: انوار غوثیہ شرح شمائل النبویہ، مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۳۷، مطبوعہ عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور۔

[2]: ۔ خصائص الکبریٰ، محولہ بالا، صفحہ ۱۱۸، ۱۱۷

حدیث مبارک میں آتا ہے۔

حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث الخزاعی حدثنا علی بن حسین بن واقد حدثنی عبداللہ بن بریدہ قال سمعت ابی بریدہ یقول جاء سلمان الفارسی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فقال یا سلمان ما ھذا فقال صدقة علیك وعلی اصحابك فقال ارفعھا فانا لا ناکل صدقة قال فرفعھا فجاء الغد بمثله فوضعه بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فقال ما ھذا یا سلمان فقال ھدیة لك فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لاصحابه ابسطو ثم نظر الی الخاتم علی ظھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فامن به وکان للیھود فاشتراہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بکذا او کذا درھما علی ان یغرس لھم نخلا فیعمل سلمان فیه حتی تطعم فغرس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم النخل الا نخلة واحدة غرسھا عمر فحملت النخل من عامھا فلم تحمل النخلة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ما شان ھذہ النخلة فقال عمر یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم انا غرستھا فنزعھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فغرسھا فحملت من عامه۔[1]

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابی بُریدہ سے سُنا کہ وہ کہتے تھے کہ جس وقت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو جناب سلمان فارسی ایک طشت لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جو کہ تازہ کھجوروں سے بھرا ہوا تھا حضور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں یہ طشت رکھ دیا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے سلمان یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے صدقہ لایا ہوں، حضور نبیٔ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس طشت کو اُٹھا لے ہم صدقہ نہیں کھاتے (راوی کہتا ہے) پس وہ طشت اُٹھا دیا گیا پھر دوسرے دن (سلمان فارسی) پہلے طشت کی مانند تازہ کھجوروں کا بھرا ہوا طشت لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت

---

[1]: انوارِ غوثیہ، محولہ بالا صفحہ ۴۶۔۴۵۔

اقدس میں پیش کیا پھر آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اے سلمان یہ کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے تحفہ ہے پھر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ ہاتھ پھیلاؤ، پھر (سلمان فارسی) نے سید الکونین کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی اور ایمان لے آئے۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلمان کو اتنے اتنے درھموں میں خرید لیا (یعنی مکاتب بنادیا) اور ساتھ ہی اس شرط پر کہ اس یہودی کے لئے کھجور کے درخت بوئے جائیں اور سلمان ان درختوں کی نگرانی کرے۔ یہاں تک کہ وہ پھل لائیں۔ اور پھل کھایا جائے پھر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے وہ پودے بودیئے سوائے ایک پودے کے جسے جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بویا تو تمام پودے ایک سال ہی میں پھل لے آئے سوائے ایک پودے کے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس درخت کو کیا ہوا جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو میں نے بویا تھا۔ سیدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پودے کو اکھیڑ کر پھینک دیا اور پھر اپنے دستِ مبارک سے وہاں پودا لگایا پس وہ اسی سال پھل لے آیا۔

استاذِ کامل مُرشدِ اکمل حضرت علامہ مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہٗ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جناب سلمان فارسی فارس کے رہنے والے تھے فارس اصفہان کے علاقے کو کہتے ہیں آجکل یہ ایران ہے آپ مجوسی آتش پرست تھے۔ ابتداء ہی سے عبادت گزار، زاہد اور راہبانہ طبیعت رکھتے تھے، تحقیق مذاہب پر کافی محنت کی، صاحبِ علم تھے اسی لئے تلاشِ حق میں مصروف رہے۔ آتش پرستی چھوڑ کر عیسائیت قبول کی، ایران سے عراق آئے، پادریوں اور راہبوں کی خدمت میں رہ کر وافر علم حاصل کیا۔ بغداد سے موصل، موصل سے نصیبین، نصیبین سے عموریا مختلف عیسائی عالموں اور راہبوں کی خدمت کی۔ عموریا کا یہ پادری نہایت ہی خدا ترس، نرم دل اور کتبِ سماویہ کا بہترین عالم تھا جب وہ مرنے لگا تو جناب سلمان نے اس سے پوچھا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں، اس نے جواب دیا کہ عیسائی علماء ختم ہو چکے ہیں عرب میں دین ابراہیم کا داعی نبی آخر الزمان پیدا ہو گا اور مدینہ شریف کی تمام نشانیاں ان کو بتلادیں اور کہا کہ اس پیغمبر کی یہ علامت ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا، ہدیہ قبول کرے گا اور اس

کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ جناب سلمان عموریا سے نکل پڑے، اثنائے سفر میں چند تاجروں سے پالا پڑ گیا وہ ان کو مکّہ مکرمہ لے آئے اور اپنا غلام ظاہر کر کے مدینہ منورہ کے بنی قریظہ قبیلہ کے ایک یہودی زمیندار پر فروخت کر دیا۔ اس یہودی کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ جناب سلمان فرماتے ہیں کہ جو نشانیاں عموریا کے پادری نے بتائی تھیں مدینہ پاک میں وہ سب کی سب بعینہٖ موجود تھیں اب میرے دل میں وہی تلاش کا جذبہ اُمڈ آیا اور میں دریافت کرتا رہا کہ آیا کوئی ایسا شخص ہے جو کہ حق کی معرفت عطا کرے اور ان علامتوں والی شخصیت مجھے مل جائے جو اس پادری نے بتلائی تھیں۔ اس تلاش میں پتہ چلا کہ قبا میں ایک صاحب مکّہ مکرمہ سے ہجرت کر کے تشریف لائے ہیں اور نبوتِ الٰہی کے داعی ہیں میں اپنی شناخت کو پُورا کرنے کے لئے ایک خوان میں تازہ کھجوریں لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کھجوریں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے آپ لے لیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اسے اُٹھالے ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ دوسرے دن پھر اسی طرح کھجوریں حاضر کیں اور عرض کیا کہ یہ تحفہ ہے قبول کر لیں ارشاد فرمایا اے صحابہ ہاتھ بڑھاؤ یعنی کھاؤ اور سب میں تقسیم فرما دیں اب جناب سلمان کی دونوں شناختیں پُوری ہو گئیں یعنی صدقہ نہیں لیا اور تحفہ قبول کر لیا اب تیسری شناخت باقی تھی کہ مہرِ نبوت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بقیع کے قبرستان میں ایک جنازے پر تشریف لے گئے تھے اور بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب سلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیٹھ مبارک کی طرف آتے ہیں اور جاتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نورِ نبوت سے جناب سلمان کے قلبی ارادے کو ملاحظہ فرمالیا اور ازراہِ شفقت وتلطف اپنی قمر مبارک سے کپڑا اُٹھالیا بس پھر کیا تھا جناب سلمان کی کیفیت بدل گئی۔

اور جیسا کہ مولوی محمد زکریا دیوبندی محدث سہارنپوری نے شرح شمائل میں صفحہ ۳۰ پر لکھا۔

"میں جوش میں اس (مہرِ نبوت) پر جھکا اور اس کو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا"۔ جب جناب سلمان کی تسلی ہو گئی تو پس ایمان لے آئے حضور شفیقِ اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ دن گزر جانے کے بعد جناب سلمان سے فرمایا کہ اپنے آقا سے اس غلامی کا مکاتبت پر فیصلہ کر لو چنانچہ جناب سلمان نے دو باتوں پر یہودی سے فیصلہ کر لیا پہلی شرط یہ تھی کہ چالیس اوقیہ سونا ادا کرے دوسری شرط یہ تھی کہ اس یہودی کے باغ میں تین سو درخت کھجور کے بوئے اور جب تک وہ پکا کھانے کا پھل نہ لائے جناب

سلمان ان کی چوکیداری کریں۔ جب یہ دونوں شرطیں پوری ہوں تو پھر جناب سلمان غلامی سے آزاد ہو جائیں گے۔ جناب سلمان نے یہ دونوں شرطیں اپنے آقاو مولا ملجاو ماوی ھادیٔ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خود بنفسِ نفیس اس یہودی کے باغ میں تشریف لے گئے اور جناب سلمان ایک ایک پودا آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے بابرکت ہاتھوں سے وہ پودے لگاتے یہاں تک کہ سوائے ایک پودے کے تمام پودے لگا دیئے وہ ایک پودا جناب عمر فاروق نے بویا یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ تھا کہ ایک برس کے اندر اندر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا لگایا ہوا باغ پھلا پھولا اور پھل دینے لگا مگر وہ ایک پودا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا تھا پھل نہ لایا یہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک عظیم معجزہ تھا جس نے مدینہ طیبہ کے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ اس درخت کو کیا ہوا جناب سیّدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو میں نے بویا تھا سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پودے کو اکھیڑ کر پھینک دیا اور پھر اپنے دستِ مبارک سے وہاں دوسرا پودا لگا دیا فرماتے ہیں کہ وہ اسی سال پھل لے آیا سبحان اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات ہیں کہ بارانِ رحمت کی طرح برس رہے ہیں ادھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خیال مبارک میں کوئی بات آتی ادھر معجزانہ طور پر وہ پوری ہو جاتی اس واقعہ میں یہ دوسرا معجزہ تھا۔ اور تیسرا معجزہ یہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کچھ سونا آیا جو کہ تھوڑا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ سونا جناب سلمان کو دے دیا کہ اس میں سے مالک کو چالیس اوقیہ دے دے (ایک اوقیہ بروزن چالیس درھم ہے اور ایک درھم چار ماشے کا ہوتا ہے) جناب سلمان فارسی نے عرض کیا کہ حضور یہ ناکافی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اسی سے پورا فرمادے گا۔ جناب سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے اسی سے چالیس اوقیہ سونا وزن کر کے اپنے یہودی مالک کو دے دیا۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہی جناب سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدل کتابت خود ادا فرمائی"[1]۔

---

[1]: انوارِ غوثیہ، صفحہ ۴۶، ۴۷۔

معجزات رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ تمام معجزات عطا فرمائے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے مبعوث کیے گئے پیغمبروں کو عنایت کیے گئے تھے۔ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارکہ جامع المعجزات تھی۔ بقول شاعر

حُسنِ یُوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری — آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند معجزات مختصراً و تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔

انگلیوں سے چشمہ جاری ہوا:

ابو نعیم اور واقدی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں جا رہے تھے یکایک لشکر والے اس قدر پیاسے ہوئے کہ قریب تھا کہ پیاس کی شدت سے مرد، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو جاتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک آفتابہ منگوایا جس میں پانی تھا اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی انگلیاں رکھ دیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُنگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہو گیا سب نے پیا اور پانی اس قدر جاری ہوا کہ سب سیراب ہو گئے اور اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھی پانی پلایا اس وقت لشکر میں بارہ ہزار اونٹ اور تیس ہزار آدمی اور بارہ ہزار گھوڑے تھے۔[1]

پسینہ مبارک کا اعجاز:

مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا جسم مبارک سے پسینہ بہنے لگا تو میری والدہ شیشی لے آئیں اور عرق مبارک پونچھ کر اس میں جمع کرنے لگیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ کُھل گئی استفسار فرمایا اُمِ سلیم کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگیں یہ پسینہ خوشبو کے طور پر ہم استعمال کرتے ہیں کیونکہ یہ بہت اچھی خوشبو ہے۔[2]

بول مبارک کی خصوصیات:

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بول (پیشاب)

---

[1]: خصائص الکبریٰ، محولہ بالا، صفحہ ۵۶۵۔

[2]: ایضاً، صفحہ ۱۳۰

مبارک میں بھی شفاء رکھی تھی چنانچہ حسن بن سفیان اپنی سند میں ابو یعلی حاکم وار قطنی سے اور ابو نعیم نے اُمِ ایمن سے روایت کی اُنھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رات میں گھر کے ایک گوشے میں رکھے ہوئے پیالے کی جانب گئے اور اس میں بول فرمایا پھر رات میں مجھے تشنگی محسوس ہوئی میں اُٹھی اور پیالے میں جو کچھ تھا پی لیا۔ صبح کو اتفاقاً رات کی بات کا میں نے ذکر کیا جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا آج سے تمھارے پیٹ میں کوئی بھی بیماری اور شکایت نہیں ہوگی۔[1]

"اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نادانستہ پیشاب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس پیالے میں سے پی لیا جب تک کہ زندہ تھا اس کے بدن میں سے خوشبو آتی تھی اور بعد اس کے کئی پیڑھیوں تک اس کی اولاد میں بھی باقی رہی۔[2]

سماعت مبارک کا ذکر

"ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم سُن رہے ہو جو میں سُن رہا ہوں؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم تو کچھ نہیں سُن رہے فرمایا میں آسمان کی چرچراہٹ سُن رہا ہوں اور وہ مستقل چرچراتا ہے کیونکہ اس میں ایک بالشت کی جگہ بھی ایسی نہیں جس میں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت میں نہ ہو"[3]

لہو مبارک کا کمال

"حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُون پی گئے تھے جبکہ پچھنے (سینگی) لگوا کر خون ان کو دیا تھا کہ جاؤ کہیں باہر ایسی جگہ چُھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے وہ باہر نکل کر پی گئے جب واپس آئے تو فرمایا کہ کیا کر آیا ہے؟ عرض کی ایسی جگہ چُھپا کر آیا ہوں جہاں کوئی نہ دیکھے گا۔ فرمایا شاید تو پی آیا ہے۔ عرض کی ہاں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خُون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ ارشاد فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔

---

[1] : خصائص الکبریٰ، صفحہ ۱۳۸

[2] : مظاہر حق، شرح مشکوٰۃ المصابیح، علامہ قطب الدین رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، صفحہ ۱۳۳، مطبوعہ مطبع محمدی کانپور۔

[3] : خصائص الکبریٰ، محولہ بالا، صفحہ ۱۲۹۔

پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو اُن سے نہ بچے گا۔ عبداللہ بن زبیر سے کسی نے پُوچھا کہ خُونِ اقدس کا ذائقہ کیا تھا تو فرمایا، شہد کی طرح اور خُوشبو کستوری جیسی"۔ [1]

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب عالم ماکان ومایکون، سرورِ قلب محزون جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنتِ مبارکہ کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ کی رضا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع وپیروی میں مضمر ہے۔ قرانِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم [2]

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمھارے لئے تمھارے گُناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (ضیاء القران)

اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع سے مسلمان اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ "پس جاننا چاہیے کہ جب مسلمان آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اتباع کرتا ہے، حسبِ مرتبۂ اتباع اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب کرتا ہے یہاں تک کہ جب اتباع کامل ہوتا ہے یعنی ظاہر میں اتباع ظاہر آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کرتا ہے اور باطن میں اتباعِ باطن آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کرتا ہے اور اسی کا نام طریقت ہے، اور یہ جو بعض جُہلاء سمجھتے ہیں کہ طریقت مخالفِ شریعت ہے یہ محض غلط ہے اور فریب ہے شیطان کا۔ شریعت کہتے ہیں اتباع ظاہر کو اور طریقت اتباع ظاہر و باطن کو اور یہی کامل اتباع ہے اور اسی اتباع کے صلے میں بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ایسا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے خلعت اس کو مرحمت کرتا ہے۔ کنت سمعه و بصره (میں اس کی سماعت وبصیرت بن جاتا ہوں) جو حدیث قدسی میں وارد ہے وہ اسی طرف اشارہ ہے اس وقت یہ بندہ خطاب ولی اللہ کا مصداق ہوتا ہے اور وہ مرتبہ اس کو ملتا ہے کہ نہ اس کو کسی کان نے سُنا ہے اور نہ کسی آنکھ نے اس کو دیکھا ہے اور نہ اس کا خطرہ کسی دل پر گزرا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرانِ مجید میں خود ان کی مدح کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے **الا انا اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون** آگاہ رہو تم تحقیق جو لوگ اللہ کے ولی ہیں نہ خوف ہے ان پر اور نہ ان کو حزن ہوگا۔ کلمہ الا اس آیہ شریفہ میں

---

[1] : انوار غوثیہ، محولہ بالا صفحہ ۵۴۔

[2] (آل عمران : ۳۱)

واسطے ہم لوگوں کی تنبیہ کے ہے۔ اور لفظ اِنَّ واسطے کمال تاکید کے۔ تاکہ کسی کو مراتب اولیاء اللہ میں محل انکار نہ رہے اور بعد تاکید اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ ان کو غم ہوگا اور خوف اور حزن اس وجہ سے ان کو نہیں ہے کہ وہ مرتبۂ فنا میں ایسا اپنے کو محو کرتے ہیں کہ تعلق خودی کا باقی ہی نہیں رہتا پس جو رضائے خُدا ہوتی ہے وہی ان کی رضا ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بلا رضائے الٰہی ایک ذرہ نہیں ہلتا جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مشیت اور مرضی کی موافق ہوتا ہے پس وہ ان کی بھی عین مرضی کے موافق ہو، اور نہ رہا ان کو خوف اور حزن اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی روز ایک جماعت زیر عرش زرنگار کرسیوں پر مطمئن بیٹھی ہوگی، صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے۔ یعنی ایسے وقت میں کہ تمام خلق کو اضطراب ہوگا اور وہ مطمئن ہوں گے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے وہ سوال کرتے ہو جو قیامت کے روز فرشتے اللہ تعالیٰ سے کریں گے۔ اور فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ قیامت کے دن ملائکہ ان کو دیکھ کر متحیر ہوں گے اور آپس میں چرچا کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں آخر اللہ تعالیٰ سے پوچھیں گے، ارشاد ہوگا کہ یہ ہمارے حبیب کی اُمت کے عُشاق ہیں انھوں نے اپنا احتساب دُنیا میں کرلیا اور اغراض کو ہمارے واسطے مٹا دیا بجز ہمارے لقاء کے کوئی غرض ان کو باقی نہ رہی اور وہ اس وقت ان کو حاصل ہے اس واسطے اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولاھم یحزنون جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو نہ غم ہے اور نہ ہوگا اور یہ اشارہ اولیاء اللہ کے متعلقین کے نجات کی طرف ہے اس واسطے کہ مرتبۂ تسلیم ورضا میں ان کو اپنا تعلق تو رہتا ہے نہیں، مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی اُمت کا تعلق ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لہٰذا اس میں بھی وہ لوگ جو تبع ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنت کے، ان کو بھی اپنے متعلقین کا خیال ہے اور رہے گا۔ پس ضرور محزون ہوتے وہ لوگ اپنے متعلقین کی گرفتاری سے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین کردی ولاھم یحزنون فرماکر، مراد اس سے یہ ہے کہ ہم ان کے متعلقین کو بھی مبتلا عذاب نہ کریں گے کہ ان کو حزن ہو"۔[1]

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اپنے مقربین اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

---

1 : نجم الھدیٰ فی ذکر سید الوریٰ، مولانا حافظ غلام محمد لکھنوی رحمت اللہ علیہ، مطبع نامی لکھنو۔ صفحہ ۳۸۔۳۷۔